
ھذا من
فضل ربی
سباس گل

هذا من

فضل ربی

سباس گل

''کچھ کھائے گا؟'' فہد نے زین سے پوچھا جونماز تراویح کے بعد گھر میں داخل ہوا تھا۔

''نہیں یار میں نے آج مسجد میں ہی افطاری کر لی تھی اور کھانا بھی وہیں کھالیا تھا پیٹ بھر گیا آج تو۔'' زین نے صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھا ایسا کیا کھالیا بھائی نے؟'' فہد بھی اس کے مقابل بچھی ہوئی دوسری چارپائی پر بیٹھتے ہوئے پوچھ رہا تھا، زین پرجوش انداز میں بتانے لگا۔

''یار آج تو کمال ہی ہوگیا بھئی اپنے شیخ صاحب نے تو آج حاتم طائی کی قبر پر لات دے ماری، اب وہ بے چارہ اگلے رمضان تک قبر میں تڑپتا رہے گا۔''

ناولٹ

''مطلب؟'' فہد نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

''زردے پلاؤ کی دیگیں پکوائی تھیں شیخ صاحب نے۔''

''نہ کر یار، شیخ صاحب تو اپنے جسم پر بیٹھی مکھی کسی کو نہ دیں، زردے پلاؤ کی دیگیں پکوا کے مسجد کیوں دینے لگے؟'' فہد نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''یار سچ کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہوا ہے آج ہم تو یہ سمجھے تھے کہ شیخ صاحب کے گھر سے افطاری آ رہی ہے تو سوکھی کھجوریں، پانی یا زیادہ سے زیادہ شربت ہوگا کم میٹھا اور کم ٹھنڈا بے مزا سا، مگر یار آج تو سب کو حیرت میں ڈال دیا شیخ صاحب نے شربت اور کھجوروں کے ساتھ زردے پلاؤں کی دیگیں بھجوا کر، کافی زردہ، پلاؤ بچ بھی گیا تھا، مولوی صاحب نے اپنے گھر بھجوادیا۔''



کسی کے خالی پیٹ کی بھوک کا خیال کیوں آنے لگا بھلا؟" فہد نے چارپائی پر بچھی دری کو جھاڑتے ہوئے تلخی سے کہا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔

"مولوی صاحب پوچھ رہے تھے تیرا کہ تو مسجد کیوں نہیں آتا؟" زین نے اپنی چارپائی پر لیٹتے ہوئے اس سے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کیونکہ مجھے گھر میں کھانا مل جاتا ہے۔"

"تو تیرے خیال میں مسجد میں لوگ کھانا کھانے رزوہ افطار کرنے جاتے ہیں؟" زین خفگی بھرے لہجے میں بولا۔

"نہیں، نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اس بہانے۔"

"مولوی صاحب! پوچھ رہے تھے کہ تمہارا دوست فہد نماز پڑھتا ہے کے نہیں وہ مسلمان ہے مگر اسے مسجد میں آتے جاتے نہیں دیکھا۔" زین نے کہا۔

"کل جا کر ان سے پوچھنا کے وہ جنہیں نماز پڑھاتے ہیں وہ سب مسلمان ہو گئے کیا؟" فہد نے سادہ لہجے میں گہری بات کہی تھی زین جمائی لیتے ہوئے بولا۔

"کیا بک رہا ہے؟ مسجد میں مسلمان ہی جاتے ہیں اور نماز پڑھنے ہی جاتے ہیں۔"

"نہیں سب نماز پڑھنے نہیں جاتے اور نہ ہی سب مسلمان جاتے ہیں، کچھ لوگ خود کو مسلمان ظاہر کر کے بم بلاسٹ کرنے بھی جاتے ہیں، مسلمانوں میں موت بانٹنے جاتے ہیں۔"

"او اچھا یار، اب سو جا مجھے تیری یہ باتیں سمجھ میں نہیں آ رہیں، مجھے اس وقت بہت نیند آ رہی ہے سو جا تو بھی، مجھے بھی سونے دے، سحری کے وقت اٹھنا بھی ہے۔" زین نے فہد کے فلسفیانہ اور معنی خیز باتوں کو سنی ان سنی کرتے ہوئے نیند اور تھکن میں ڈوبی آواز میں کہا اور آنکھیں موندلیں۔

"سحری کے وقت اٹھنا ہے اور وقت پڑھنے پر نہیں اٹھنا۔" فہد خود کلامی کرتے ہوئے مسکرا دیا اور پھر آسمان کو دیکھنے لگا جہاں ستارے چمک رہے تھے اس نے آنکھیں بند کر لیں نیند کی دیوی فوراً ہی اس پر مہربان ہو گئی۔

زیادہ دیر تو نہیں ہوئی تھی فہد کو سوئے ہوئے کم از کم اسے تو زین کے جگانے پر ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا زین وہیں صحن میں جائے نماز بچھائے تہجد کی نماز پڑھ رہا تھا، سلام پھیرنے کے بعد اس نے قریب ہی چارپائی پر سوئے فہد کو جگایا۔

"اٹھ جا بھائی سحری کا وقت ہو رہا ہے۔"

"تو جاگ گیا ہے نا، تو میں اٹھ کے کیا کروں گا؟" فہد نے آنکھیں بند کیے ہوئے ہی نیند میں ڈوبی آواز میں جواب دیا۔

"سحری تو تو نے ہی بنانی ہے سگھڑ باورچی زین حمید نے۔"

"تم کم از کم اٹھ کے نماز ہی پڑھ لے۔"

"پڑھ لوں گا تو تو اپنی نماز پوری کر لے پہلے۔" فہد نے اسی لہجے میں کہا تو زین کو یاد آیا اس نے دعا نہیں مانگی تھی ابھی اور وہ آنکھیں بند کیے ہوئے بھی اس کی ادھوری نماز سے باخبر تھا، زین کو حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں میری دعا رہ گئی ہے۔" زین نے کہا تو فہد بولا۔

"دعا رہ گئی تو سمجھو سب رہ گیا، تو مانگ شاباش دعا مانگ، میں دو گھڑی آنکھ لگا لوں۔"

"دو ہاتھ نہ لگا دوں تجھے۔" زین تلملایا۔

"دعا پہ فوکس کر۔" فہد بے نیازی سے بولا، تو زین نے دعا کے لئے ہاتھ پھیلا لئے اور باآواز دعا مانگنے لگا۔

"یا اللہ! میرے اس دوست فہد کو نیکی کی ہدایت دے یہ نہ تو باقاعدگی سے نماز پڑھتا ہے نہ روزے رکھتا ہے، بنا نماز کے روزے رکھتا ہے اور قرآن پاک تو پڑھتا ہی نہیں ہے اور......"

"ابے سالے! تو اپنے لئے دعا مانگ، میری شکایتیں کیوں لگا رہا ہے اللہ جی سے۔" فہد ایکدم سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا، فہد نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اللہ جی! آپ پلیز اس کی باتوں پر دھیان مت دیجئے گا آپ تو جانتے ہیں ناں کہ میں کافر بالکل نہیں ہوں، نماز روزے کا مفہوم اور اہمیت سب جانتا ہوں۔"

"فائدہ ایسے جاننے کا جب عمل ہی نہیں کرنا۔" زین نے دعا مکمل کرتے ہوئے اسے طعنہ دیا۔

"جو اپنے کیے کو جتانے لگا، وہ اپنے کیے کو مٹانے لگا، کیا سمجھے؟" فہد نے اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں سمجھا۔" زین جائے نماز کی تہہ لگاتے ہوئے بولا۔

"ارے بھائی، تم نماز پڑھتے ہو تو بتاتے جتاتے کیوں ہو، کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اور تم نماز نہیں پڑھتے، اپنا قبلہ درست رکھو، عملاً اتنے اچھے مسلمان بن کر دکھاؤ کے کافر کا دل بھی مسلمان ہونے کو مچلنے لگے۔"

"تو اور تیری باتیں، تقریر کروا لو عمل سے عاری۔" زین چڑ کر بولا اور باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا، فہد ہنستے ہوئے چارپائی سے اتر گیا اور غسل کا رخ کیا۔

زین سحری کے لئے آملیٹ بنانے کی تیاری کر رہا تھا، پراٹھے بنانے کے لئے توا چولہے پر رکھا تھا دوسرے چولہے پر چائے پکنے کے لئے رکھی ہوئی تھی، فہد بھی منہ ہاتھ دو کر وہیں باورچی خانے میں چلا آیا۔

"منہ دھل گئے شیروں کے؟" زین نے ایک نظر فہد کے اونچے لمبے دلکش سراپے پر ڈال کر آملیٹ کے لئے پیاز کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں منہ تو دھل گئے ہیں اب یہ بتا ہاتھ کس پہ صاف کروں؟" فہد نے معنی خیز جملہ کہا تھا۔

"ہاتھ صاف کرنے کو ابھی کچھ نہیں ہے مجھے تین انڈے تو دینا۔"

"میں کوئی مرغی ہوں جو انڈے دوں؟" فہد نے فوراً اس کی بات کے جواب میں کہا تو وہ چڑ کر بولا۔

"ابے فریج میں سے نکال کے دے، تو اتنے کام کا ہوتا تو رونا کس بات کا تھا۔"

"لے پکڑ۔" فہد نے ہنستے ہوئے فریج میں سے تین انڈے نکالے اور زین کے پاس سلیب پر رکھی ہوئی پلیٹ میں رکھ دیئے۔

"بڑی ہنسی آ رہی ہے تجھے، بیٹا اہل محلہ مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے ہیں تجھے۔"

"کیوں بھئی میرا نماز نہ پڑھنا ان کی مسلمانی کو ٹھیس پہنچا رہا ہے یا ان کے ایمان میں روڑے اٹکا رہا ہے۔" فہد نے حیرانگی سے زنی کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"نہیں لگتا ہے کہ تو اخلاقیات کے دائرے سے باہر نکل رہا ہے اس لئے تجھے لگام ڈالنا بہت ضروری ہے۔" زین نے تیزی سے انڈے پھینٹتے ہوئے کہا۔

"وہ خود جو اسلامیات کے دائرے سے باہر نکلے ہوئے ہیں اس کا کیا؟ اب اگر تجھے کچھ کہیں تو ان سے کہنا کہ سیدھا سیدھا فہد مصطفیٰ سے بات کریں، میں انہیں بتاؤں گا کے

اخلاقیات کے دائرے سے کون باہر نکل رہا ہے۔'' فہد نے پانی پیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو زین الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

فہد مصطفیٰ اور زین مجتبیٰ آپس میں تایا اور چچا زاد تھے، فہد اپنی نوکری کی وجہ سے کئی ماہ سے اپنے آبائی گھر ''مرتضیٰ ہاؤس'' میں مقیم تھا، ویسے تو تعلیم کی غرض سے لاہور شفٹ ہو گیا تھا اس کی امی ابو، بہن بھائی بھی لاہور میں ہی مقیم تھے، گوجرانوالہ چھٹیوں میں وہ سب ''مرتضیٰ ہاؤس'' جو کے ان کے دادا کے نام پر تھا، وہیں آ جاتے تھے اور سب خوب مزے سے رہتے تھے، ان کا گھرانہ متوسط طبقے میں شمار ہوتا تھا، مگر آپس میں محبت اور بھائی چارہ اعلیٰ پیمانے کا تھا، فہد کے تایا مجتبیٰ احمد اور ان کی بیوی اسماء ان دنوں عمرے کی سعادت کے لئے مدینہ منورہ میں تھے، زین کی ایک ہی بہن تھا جو اس سے عمر میں تین سال بڑی تھی اور فہد کی بھابھی بن کر اس کے گھر میں رہ رہی تھی، اس کا یعنی زویا کا ایک بیٹا تھا دو سال کا وہ بہت خوش تھی اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ اپنے سسرال میں، گھر میں چونکہ آج کل فہد اور زین ہی ہوتے تھے تو کھانے پکانے، سحری اور افطاری بنانے کا کام بھی دونوں مل جل کر کر لیتے تھے، دونوں نے بچپن، لڑکپن ساتھ گزارا تھا بلکہ کالج تک اکٹھے پڑھے تھے لہٰذا آپس بھائی چارہ اور دوستی بھی بہت تھی اور بے تکلفی اور محبت بھی تھی، فہد آج کل محلے کے نکڑ والے گھر میں روز شام کو افطاری اور کھانے کا سامان سجا کر دینے جا رہا تھا اور اس کی یہ حرکت اہل محلہ کو خاصی معیوب و مشکوک محسوس ہو رہی تھی اور آپس میں چہ میگوئیاں بھی شروع ہو گئیں تھیں، نکڑ والا گھر میجر برکت شہید کا تھا، محلے والوں نے الٹے سیدھے سوال اٹھانے شروع کر دیئے تھے کے آخر فہد ان کے گھر کیوں جاتا ہے؟

افطار سے پہلے کا وقت تھا، فہد باورچی خانے میں افطاری کے لوازمات تیار کر کے ٹرے میں سجا رہا تھا، سموسے، پکوڑے، فروٹ چاٹ، جوس کا بڑا جگ، چپاتیاں، ڈونگے میں آلو گوشت کا سالن، لمبی چوڑی ٹرے فل بھری جا رہی تھی، زین ن یہ اہتمام دیکھا تو کہنے لگا۔

''تو پھر نکڑ والے گھر کے لئے ٹرے سجا رہا ہے۔''

''جب جانتا ہے تو پوچھ کیوں رہا ہے؟'' فہد نے چولہا بند کر کے اس کی طرف دیکھا۔

''کبھی کبھار محلے کی مسجد میں بھی ایسی ٹرے سجا کے بھیج دیا کر۔''

''وہاں کھانا سحری و افطاری بھیجنے والوں کی کمی تھوڑی ہے۔'' فہد نے سالن ڈونگے میں نکالتے ہوئے کہا تو زین بولا۔

''ہاں لیکن مسجد کا حق بھی بنتا ہے نا۔''

''مسجد کا حق کیا یہ ہے کہ وہاں مسلمان صدق دل سے نماز ادا کرے دل سے اللہ کے حضور سجدہ و قیام کرے جس کو ایک مان کر مسجد میں داخل ہوا ہے اس کی باتیں بھی دل سے مانے۔'' فہد نے سنجیدگی سے اپنا کام کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں آں، لیکن تو مسجد کا رخ نہیں کرتا، وہاں افطاری اور کھانا نہیں بھیجتا الٹا محلے کی غیر عورتوں کے گھر ٹرے سجا کر لے جاتا ہے اس لئے محلے والے اور مولوی صاحب تجھے بے دین اور کافر قرار دینے پر تلے ہیں۔''

''اچھا۔'' فہد استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

''ہاں اس لئے میری مان مسجد میں بھی افطاری دے آیا کر۔''

''کیوں؟'' فہد جذباتی اور جوشیلے پن سے

بولا۔

''تیری کیوں مانوں میں؟ اللہ کی کیوں نہ مانوں جس نے مسجد میں افطاری بھیجنے کا خاص حکم نہیں دیا بلکہ بھوکے کو پیٹ بھر کے کھانا کھلانے کا حکم ضرور دیا ہے، مسجد میں ثواب سمجھ کر کھانا بھیجتے ہیں اور محلے میں ثواب کمانے کے لئے کھانا نہیں بھیج سکتے، کس قسم کے لوگ ہیں؟ مسجد میں جس اللہ کے نام پہ کھانا بھیجتے ہیں ناں اللہ کو میرے تمہارے ان کھانوں کی ضرورت نہیں ہے وہ تو خود رزاق ہے سب کو رزق دینے والا ہے، پوری کائنات کا رازق ہے، ہر ذی روح کو کھانا پہنچاتا ہے، اسے ہمارے سموسوں، پکوڑوں، زردے، پلاؤ، حلوہ پوری کی حاجت نہیں ہے اس کے نزدیک اگر قدر اور اہمیت ہے تو ہمارے زہد و تقویٰ کی ہمارے حسن اخلاق کی قدر ہے، ٹھیک ہے مولوی صاحب کے لئے کھانا ضرور بھجوائیں، روزہ داروں کے روزے افطار کرائیں مسجد میں یہ نیک عمل ہے، لیکن اسے فرض سمجھ کر اپنے باقی فرائض سے آنکھیں بند کر لینا کہاں کی دانشمندی اور مسلمانی ہے؟ یہ جو ہم مسجد میں پکوان بجھواتے ہیں ناں ثواب کے لالچ میں ملا مولوی اور اہل محلہ کی نظروں میں اچھا بننے کی غرض سے، تو یہ سب آپ کو وقتی اطمینان تو دے سکتا ہے مگر دائمی سکون نہیں دے سکتا، ہاں اگر یہی کھانا بھوکے فاقہ زدہ اور مفلس کے گھر بجھوا دیں انہیں کھلا دیں تو ثواب کی جنت بھی کما سکتے ہیں ہم، مگر نہیں ہمیں تو اللہ کے بندوں تہمتوں، الزام اور طعنہ زنی سے تار تار کرنا آتا ہے، کسی کی مفلسی کا مذاق اڑانے میں کی فاقہ زدہ کی بھوک کا اشتہار لگانے میں ہم پیش پیش ہوتے ہیں، لاچار و بے بس انسان کی مجبوری اور کمزوری کو سر عام اچھال کر خوشی محسوس کرتے ہیں اور خود کو مسجد کا مسلمان بھی کہلواتے ہیں۔''

''ہاں تو ٹھیک کہہ رہا ہے مگر یہاں کون سمجھتا ہے، تو ایک دو دفعہ مسجد میں بھی کھانا افطاری وغیرہ بجھوا دے، لوگوں کے منہ بند ہو جائیں گے۔'' زین نے اس کی لمبی چوڑی تقریر سن کر سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے میں ہزار دو ہزار روپے مولوی صاحب کو دے دوں گا افطاری کا انتظام کرا لیں گے تو میری طرف سے بھی حصہ شامل ہو جائے گا اور رہی بات ٹرے سجا کر بھیجنے کی تو وہ تو ہی لے جانا، میں کس منہ سے مسجد میں کھانا لے کر جاؤں گا مالک (اللہ) مجھ سے سوال نہیں کرے گا کہ بھوکے کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ مجھ میں تو اس کا سامنا کرنے کی ہمت ہے نہ جرأت، جو نظریں کسی ضرورت مند اور مستحق کو نہیں پہچان سکتیں وہ اپنے رب سے کیسے نظریں ملا سکتی ہیں، وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ ہم نے اس کے گھر (مسجد) میں زردے پلاؤ کی کتنی دیگیں پکوا کے بھیجی، کتنے پکوان پکا کر بجھوائے؟ وہ تو یہ دیکھے گا کہ ہم نے کتنے مستحق اور ضرورت مندوں تک ان کا حق پہنچایا، کتنے حقداروں کو ان کا حق اور حصہ دلایا؟ کتنے بھوکوں کو کھانا کھلایا، کھلایا بھی کے نہیں؟ جو اپنے گھر میں پیٹ بھر کے کھانا کھاتے ہیں انہیں کھلانے کو کون سا ثواب ملے گا؟ بھوکے کو فاقہ زدہ کو کھانا کھلاؤ اور جنت کماؤ، یہ بات جتنی جلدی سمجھ جائیں ہمارے لئے اتنا ہی بہتر ہے دنیا اور آخرت دونوں سنور سکتے ہیں، ورنہ مرنا تو ہے ہی ایک دن پھر جب حشر کا میدان سجے گا وہاں تو سارا حساب کتاب کلیئر ہو جائے گا، دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا، کھرا، کھوٹا سب الگ ہو گا، گناہ ثواب کے رستے واضح ہو جائیں گے اپنی منزل بھی واضح ہو جائے گی جنت یا جہنم۔''

''او بھائی مولوی سے لمبی تقریر تو تو نے کر دی، خالی پیٹ روزے کی حالت میں تیرا خطبہ کچھ ہضم نہیں ہو رہا مجھے اندازہ نہیں تھا کے اندر سے تو سچا اور پکا مسلمان نکلے گا۔'' زین اپنا سر پکڑ بے چارگی سے کہا اپنی حیرت اس پر دانستہ ظاہر نہیں کر رہا تھا۔

''ہاں تو پتا چل گیا نا اب، چل کھانا دینے میرے ساتھ ہی چل تو بھی۔'' فہد نے ٹرے اٹھاتے ہوئے کہا۔

''سالے اپنے ساتھ مجھے بھی مروائے گا۔'' زین چل کر بولا تو فہد مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''فکر کیوں کرتا ہے؟ جس کے کہنے پہ چل رہے ہیں وہ بچائے گا نا ہمیں۔''

''اللہ اکبر، چل بھائی۔'' زین نے گہرا سانس لیا اور مسکین سی صورت بنا کر اس کے ساتھ چل دیا، محلے کے نکڑ والے، میجر برکت اللہ شہید کے گھر کی جانب، زین سے رہا نہ گیا چلتے چلتے فہد سے پوچھنے لگا۔

''تو روز شام کو اس گھر میں کھانا دینے کیوں جاتا ہے کوئی اور تو نہیں جاتا محلے میں سے؟''

''کوئی اور نہیں جاتا اسی لئے میں جاتا ہوں۔'' فہد کا جواب کافی معنی خیز تھا زین نے بھنویں اچکا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

''کیا مطلب؟''

''تمہاری یادداشت بھی محلے والوں کی طرح کمزور ہو گئی ہے کیا؟ بھول گئے یہ میجر برکت اللہ شہید کی بیوہ کا گھر ہے جہاں وہ اپنی جوان بیٹی کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔'' فہد نے اسے طعنہ دیتے ہوئے یاد دلایا۔

''او اچھا، اب سمجھا تو وہاں کھانا لے کر کیوں جاتا ہے اور محلے والے طرح طرح کی باتیں کیوں بنا رہے ہیں؟ اصل وجہ ہے جوان لڑکی...... ہوں۔'' زین نے جیسے سمجھنے والے انداز میں تیزی سے کہا۔

''بس اتنا ہی جانتا ہے تو مجھے...... تیری اور محلے والوں کی سوچ میں کوئی فرق نہیں ہے، پتا بھی ہے کچھ اس گھر میں بیمار بیوہ عورت اپنی جوان بیٹی کے ساتھ فاقے کاٹ رہی ہے مفلسی کی زندگی گزار رہی ہے لاچار و بے یارو مددگار پڑی ہے میجر برکت شہید کی بیوہ، دو سال ہو گئے اسے بیوہ ہوئے محلے کے کسی گھر میں سے کسی فرد نے جا کر اس کا حال پوچھا، اس کی خیریت دریافت کی کسی نے، یا کسی نے اس سے یہ پوچھا ہو کے اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے، نہیں پوچھا نہ کسی نے، اس کا شوہر وزیرستان میں شہید ہو گیا اس وطن کے لئے جان ہار دی اس نے اور ہم کیا چاہتے ہیں کے اس شہید کی بیوہ اور بیٹی ہماری بے حسی کی وجہ سے اپنی جان ہار دیں، موت کے دہانے پر کھڑی ان ماں بیٹی کی زندگی کی گاڑی چلائے رکھنے کے لئے میرا ان کے ہاں جانا اور کھانا دے کر آنا سب کو نظر آتا ہے، ان کی غربت اور فاقہ کشی کسی کو نظر نہیں آتی، کتنے بے حس اور بے درد لوگ ہیں ہم۔''

''ایمان سے مجھے نہیں پتا تھا کے ان کے گھر کے حالات اتنے ابتر ہیں۔'' زین کھسیانا سا ہو کر بولا۔

''ان کے گھر کے حالات ہمارے بے حس خیالات بلکہ بدتر خیالات کی وجہ سے ابتر ہیں۔'' فہد غصے سے بولا۔

''محلے کی مسجد میں تو محلے والے روز کھانا بھیجتے ہیں ثواب کے لالچ میں، مگر محلے کے ایک گھر میں کھانا نہیں بھیج سکتے، انسانیت کا احساس ہی نہیں ہو، درد انسانیت کی مر گیا ہو تو بھلے کوئی انسان ان کے سامنے بھوکا پیاسا مر جائے انہیں

کیا فرق پڑے گا؟ لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور ہماری شکم ہی سیر نہیں ہوتی، مسجد میں کھانا بھجوا کر چندہ دے کر سمجھتے ہیں مسلمانی کا حق فرض ادا ہو گیا، ہم نے اپنی آخرت سنوار لی، جنت کھری کر لی، یاد رکھنا میرے بھائی، اللہ نے اپنے حقوق معاف کرنے کی رعایت دی ہے لیکن اپنے بندوں کے حقوق ادا نہ کرنے پر وہ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

''بات تو تیری ٹھیک ہے مگر۔''

''بس یہ اگر مگر ہی ہمیں لے ڈوبی ہے۔'' فہد نے زین کی بات کاٹ کر تلخی سے کہا۔

''تم بھی سمجھتے ہو کے نماز ادا کر لی، مسجد میں ہو آئے تو مسلمان ہونے کا فرض ادا کر دیا، مسجد میں جا کر تم سمجھتے ہو کے تم سونے چاندی کے ہو گئے، نیک فرشتے بن گئے، میرے بھائی میرے دوست صرف اللہ کو ماننے سے ایمان مکمل نہیں ہوتا، ایمان مکمل ہوتا ہے اللہ کی ماننے سے مسجد میں مصلے پر بیٹھنے والا ہر آدمی مومن اور مسلمان تو ہوتا، دل سے اللہ کو ایک ماننے اور اللہ کے بندوں کا احساس و خیال کرنے سے ان کے حقوق ادا کرنے سے انسان سچا اور اچھا مسلمان بنتا ہے۔''

''مان لیا بھائی، چل اب دروازے پہ دستک دے دماغ اور آنکھیں تو کھل گئیں ہیں اب دروازہ بھی کھل جائے اس سے پہلے کے روزہ کھل جائے۔'' زین نے میجر برکت شہید کے گھر کے قریب پہنچ کر رک کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو فہد نے مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ میں ٹرے پکڑی، دوسرے ہاتھ سے دروازے پر دستک دی۔

''فہد بھائی۔'' اندر سے کسی لڑکی کی مدھم سی آواز آئی۔

''ہاں میں ہوں دروازہ کھولو۔'' فہد نے جواب دیا تو چند لمحوں میں دروازہ کھل گیا اور فہد نے اندر قدم رکھا اس کے پیچھے زین نے بھی گھر کے صحن میں قدم رکھا تھا۔

''السلام علیکم!'' اس دھان پان سی پیاری سی لڑکی نے فہد کے ساتھ زین کو بھی دیکھا تھا تو آنکھوں میں حیرت در آئی تھی۔

''وعلیکم السلام!'' فہد اور زین نے ایک ساتھ سلام کا جواب دیا۔

''امی کہاں ہیں؟'' فہد نے ٹرے اس لڑکی کو دیتے ہوئے پوچھا۔

''اپنے کمرے میں ہیں آیئے آپ ان کے پاس بیٹھیے روزہ کھلنے والا ہے۔'' لڑکی نے دھیمے پن سے کہا۔

''ہاں، ارے یاد آیا یہ زین ہے اور زین یہ حورم ہے لیکن میں اسے گڑیا کہتا ہوں بی اے اے گریڈ میں کیا ہے اسی سال اور اب بی ایڈ کے پیپرز دے رہی ہے اسکول ٹیچر بننے کا ارادہ ہے گڑیا کا۔'' فہد نے حورم سے زین کا تفصیلی تعارف کراتے ہوئے بتایا تو وہ اخلاقاً مسکراتے ہوئے بولا۔

''اللہ آپ کو کامیاب کریں۔''

''شکریہ۔'' حورم اخلاقاً مسکرا دی۔

پھر وہ مسز برکت کے کمرے میں آ گئے، حورم نے میز پر وہ ٹرے رکھ دی، شربت اور کھجوریں بھی لے آئی، مسز برکت چالیس سال کی عمر میں برسوں کی بیمار اور کمزور دکھائی دے رہی تھیں، وہ دل کی مریضہ تھیں، ان کا دایاں ہاتھ فالج کی زد میں آ کر مفلوج ہو چکا تھا، شوہر کی شہادت کے بعد وہ اکیلی رہ گئیں تھیں، قریبی رشتے داروں نے محکمے کی طرف سے ملنے والی رقم ہتھیا لی تھی، ان کا کوئی بیٹا بھی نہیں تھا کہ اسے شہید شوہر کی جگہ فوج میں بھرتی کروا دیتیں، لے

دے کر تین مرلے کا یہ گھر ہی بچا تھا جس میں دونوں ماں بیٹی سر چھپائے بیٹھی تھیں، جو جمع پونجی تھی، وہ بیماری، بجلی، گیس کے بلوں اور روزمرہ کی ضروریات پر خرچ ہوگئی تھی، گھر میں کوئی مرد نہیں تھا جو ان کی کفالت کرتا اور وہ بھی اپنے ہاتھ کے مفلوج ہو جانے سے ایک مفلوج اور مفلسانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئی تھیں، ہاتھ کام کرتا رہتا تو وہ کپڑے سی کر گزارہ کرلیتیں مگر اس سے بھی گئیں، حورم نے محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کی مگر ٹیوشن فیس کوئی دیتا ہی نہیں تھا تو کوئی آدھی دیتا تھا، پھر حورم نے ٹیوشن پڑھانا چھوڑ دی اور اپنی ساری توجہ اپنی تعلیم پر مرکوز کرلی تاکہ وہ اعلیٰ گریڈز میں کامیاب ہوکر خود ایک اعلیٰ مقام پر پہنچ سکے، مسز برکت محلے کے بچوں کو قرآن پاک پڑھانے لگیں، لیکن کچھ عرصے بعد یہ سلسلہ بھی بند ہوگیا، محلے والوں کو مولوی صاحب اور قاری صاحب جو میسر آگئے تھے جو حلوے مانڈے بھی کھاتے، زردے پلاؤ بھی ڈکار جاتے تھے اور بچوں کو چار حرف بھی بڑے رعب سے پڑھا کے جاتے تھے، غرضیکہ محلے والوں نے ان ماں بیٹی کو ہر طرح سے تنہا اور اکیلا کردیا تھا اور آہستہ آہستہ ان کے گھر فاقوں کی نوبت آگئی، وہ تین دن سے بھوکی پیاسی تھیں اور محلے کے کسی گھر سے کھانا مانگ کر لانے کی اجازت ان کی خود داری نے انہیں کبھی نہ دی۔

''امی! کھانا نہیں ملے گا تو ہم مر جائیں گے، تڑپ تڑپ کر مرنے سے بہتر ہے کے ہم ایک ہی بار زہر کھا کر مر جائیں۔'' حورم نے بھوک کے ہاتھوں مجبور ہوکر بے بسی سے کہا تھا۔

''پاگل مت بنو، شہید کی بیٹی ہو کر حرام موت مرنے کی باتیں کررہی ہو۔'' مسز برکت نے اسے ڈپٹا تھا۔

''مرنا تو ہے ہی امی، موت اگر کھانا نہ ملنے کی وجہ سے آگئی تو کتنا غصہ آئے گا نا اللہ جی کو بھی کے میرے بندے بھوک سے مرگئے اور کسی نے انہیں پوچھا تک نہیں، اللہ کی پکڑ میں آجائیں گے وہ لوگ جنہوں نے ہمیں اس حال تک پہنچا دیا کے ہم حرام موت مرنے کے بارے میں سوچنے لگیں۔'' حورم نے بہت گہری بات کہی تھی۔

اور یہ محض ایک اتفاق ہی تھا کے فہد ان کے گھر کے قریب کھڑا کسی کا انتظار کررہا تھا ادھ کھلی کھڑکی سے آتی ان ماں بیٹی کی آوازیں ان کی باتیں اسے دکھ اور شرمندگی سے دوچار کردیا تھا، وہ ایک حساس انسان تھا اس کو اس وقت کچھ اور نہیں سوجھا بس فوراً قریبی ہوٹل میں گیا چار لوگوں کا کھانا پیک کروایا اور مسز برکت کے گھر یہ کہہ کر دے آیا کہ ''اللہ کے نام کی نیاز دلوائی تھی یہ آپ کا حصہ ہے۔''

مسز برکت کی آنکھوں میں آنے والے آنسو فہد کو تڑپا گئے تھے اور وہ فوراً وہاں سے واپس پلٹ آیا تھا اور پھر اس نے مہینے بھر کا راشن ان کے گھر پہنچا دیا۔

''بیٹا یہ سب کس لئے؟'' مسز برکت حیرانگی سے پوچھ رہی تھیں۔

''بیٹا کہہ دیا ہے تو سمجھیں کے بیٹا اپنا فرض ادا کررہا ہے کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بلا جھجک بتائیے گا جو میرے بس میں ہوا میں وہ آپ دونوں کے لئے ضرور کروں گا، آج سے آپ بھی میری ماں ہیں اور حورم میرے لئے بہن جیسی ہے۔'' فہد نے بہت خلوص اور سعادت مندی سے کہا تھا اور وہ دونوں ماں بیٹی ممنون سی ہوگئیں تھیں اور احسان مندی کے اظہار کے طور پر بے اختیار رو پڑی تھیں۔

''یہ زین ہے نا۔'' مسز برکت نے زین کی

طرف دیکھتے ہوئے فہد سے تصدیق چاہی۔

''جی امی! یہ زین ہے میرا تایا زاد، میرا دوست۔''

''آنٹی! آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟'' زین نے حیرانگی سے پوچھا۔

''بیٹا گزشتہ دو برسوں میں، میں نے سب کو جان بھی لیا ہے اور پہچان بھی لیا ہے، کون کیا ہے؟ کیسا ہے؟ کیا چاہتا ہے؟ زندگی میں پیش آنے والے حالات نے سب کی پہچان کروادی ہے، بہت کچھ سیکھا دیا ہے، یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ اللہ کے نیک دل بندے آج بھی موجود ہیں اور انسانیت کا درد رکھنے والے فرشتوں کی آج بھی کمی نہیں ہے، فہد ہمارے لئے نیکی کا فرشتہ جینے کی امید اور گھپ اندھیروں میں روشنی کی کرن ثابت ہوا ہے، ہمارے دل سے اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں، اللہ اسے زندگی میں آخرت اعلیٰ مقام و مرتبہ اور خوشیاں، کامیابیاں عطا فرمائے۔'' مسز برکت کے لہجے میں خلوص تھا تشکر تھا پیار تھا، زین کے لئے۔

''آمین۔'' فہد اور زین نے آمین کہا۔

زین تو فہد کا یہ روپ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا تھا، کہاں تو وہ نماز روزے کو بہت ایزی لیا کرتا تھا، نماز موڈ ہوا تو پڑھ لی دل چاہا تو روزہ رکھ لیا، قرآن پاک بچپن لڑکپن میں پڑھا تھا اس کے بعد اللہ جانے اس نے دوبارہ قرآن پاک کھول کر بھی دیکھا کے نہیں، مگر اس کے خیالات اور عملی اقدامات ظاہر کررہے تھے وہ دل کا مسلمان ہے، عمل کا مسلمان ہے، زبانی، اسلامی باتیں نہیں کرتا، عملی طور پر اسلام کی تعلیمات کا احترام کرتا ہے، ثابت کرتا ہے۔

زین عصر کی نماز پڑھ کر آیا تھا، فہد کمرے میں بے فکر سو رہا تھا اسی وقت دروازے پر زور دار دستک ہوئی زین نے پریشانی کے عالم میں دروازے کی سمت دیکھا اور پھر خواب خرگوش کے مزے لیتے فہد کے معصوم وجیہہ و مطمئن چہرے پر نظر ڈالی، دروازہ دوبارہ پہلے سے زیادہ زور سے کھٹکھٹایا گیا تو فہد نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں، زین کو سامنے دیکھ کر پوچھا۔

''دروازے پہ شور کیسا ہے؟''

''محلے والے آئے ہیں۔'' زین نے پریشان لہجے میں جواب دیا تو فہد نیند میں ڈوبی آواز میں بولا۔

''کیوں یہاں کوئی جلسہ ہو رہا ہے کیا؟''

''یہ لوگ تیرا جلوس نکالنے آئے ہیں۔''

''کیوں؟ میں نے کیا کیا ہے؟'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''یہ تو تجھے محلے والے اور مولوی صاحب ہی بتائیں گے، چل اٹھ کے منہ ہاتھ دھولے جلدی سے میں دروازہ کھولتا ہوں۔'' زین گھبرائے ہوئے انداز میں اسے ہدایت دے کر باہر نکل گیا، فہد نفی میں سر ہلا کر بیڈ سے اتر آیا، برآمدے میں لگے واش بیسن کی ٹونٹی کھول کر کلی کی چہرہ دھویا اور گیلے ہاتھوں سے اپنے بالوں کو ٹھیک کرتا ہوا دروازے سے باہر نکل آیا، جہاں محلے کے کچھ افراد اور مولوی صاحب جمع تھے اور اسی کے منتظر تھے، فہد نے ان سب کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''جی فرمایئے، کیسے آنا ہوا؟''

''زین میاں نے کچھ نہیں بتایا آپ کو؟'' مولوی صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا، وہ اونچا لمبا دلکش مردانہ وجاہت کا پیکر ان سب کے سامنے کھڑا سب سے الگ اور حسین دکھائی دے رہا تھا اس پر کسی شان بے نیازی لوگوں کو کھل رہی تھی۔

''جی نہیں میں تو سو رہا تھا آپ لوگوں نے دروازہ توڑنا چاہا تو میری آنکھ کھلی ہے، خیریت یہ میرا گھر ہے، مسجد تو نہیں ہے کہ آپ لوگ اکٹھے ہو کر یہاں چلے آئے۔'' فہد نے کمال بے نیازی سے کہا، زین اس کے برابر میں کھڑا بری طرح گھبرایا ہوا تھا، اسے ڈر تھا کہ کہیں کوئی جھگڑا نہ ہو جائے، مولوی سے مسلمان کا جھگڑنا کوئی اچھی بات ہرگز نہیں تھی۔

''آپ تو مسجد تشریف لاتے نہیں ہیں سو ہم نے سوچا کے کیوں نہ ہم ہی آپ سے ملنے چلے آئیں۔'' مولوی صاحب نے سنجیدگی سے بات شروع کی۔

''زہے نصیب، فرمایئے مولوی صاحب آپ کی کیا خدمت کی جائے، ویسے میں کل آپ کے پاس آنے ہی والا تھا افطاری کے لئے کچھ رقم دینے کے لئے۔''

''آپ نے بہت دیر کر دی۔'' مولوی صاحب بولے۔

''وہ کیسے؟ ابھی تو کئی روزے باقی ہیں۔''

''ہاں خیر ہم یہاں کچھ اور بات کرنے آئے ہیں۔''

''ہاں تو کیجئے نا بات، میں سن رہا ہوں۔'' فہد نے مسکراتے ہوئے مہذب لہجے میں کہا۔

''فہد میاں! مولوی صاحب ہیں ذرا لحاظ، شرم والے آدمی ان کی زبان تاب نہیں لا رہی ہے یہ بات کہنے کی اس لئے میں ہی آپ سے کہتا ہوں بلکہ ہم سب محلے والوں اور مولوی صاحب کی طرف سے تم سے سوال کرتا ہوں کے تم میجر برکت مرحوم وشہید کے گھر کھانے کی ٹرے لے کر کیوں جاتے ہو؟'' محلے کے ایک معزز آدمی نے سوال کیا۔

''آپ لوگ کھانے کی ٹرے لے کر مسجد میں کیوں جاتے ہیں؟ ثواب کے لئے یا اللہ کی خوشی کے لئے۔''

''دونوں کے لئے۔'' سبھی افراد ایک ساتھ بولے تھے۔

''بس میں بھی اسی لئے جاتا ہوں۔'' فہد مسکراتے ہوئے بولا۔

''ابے کیا بک رہا ہے؟'' کسی کی آواز آئی۔

''بک نہیں رہا بات کر رہا ہوں آپ لوگوں کو بھی اگر مجھ سے بات کرنی ہے تو کیجئے ورنہ اجازت دیجئے مجھے افطاری بھی بنانی ہے۔'' فہد نے سنجیدگی سے کہا تو شیخ صاحب بولے۔

''یہی تو پوچھنا ہے کے افطاری وہاں دینے جاتے ہو نامحرم خواتین کے گھر میں، مسجد میں کیوں نہیں بھجواتے؟''

''کیونکہ مسجد میں کوئی بھوکا نہیں رہتا انہیں کھانا مل جاتا ہے، مسجد کے باہر جو بھوکا ہوا سے کھانا کھلانا ہمارا فرض ہے، میں بھی اسی لئے ان خواتین کا خیال رکھتا ہوں۔'' فہد نے نرم اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کس حیثیت سے تم ان کا خیال رکھتے ہو؟'' مولوی صاحب نے اکڑ کر پوچھا تو ایک اور صاحب بولے۔

''ہاں بتاؤ نا، کیا رشتہ ہے تمہارا ان ماں بیٹی سے؟''

''وہی رشتہ ہے جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہوتا ہے، انسانیت اور احساس کا رشتہ، حقوق العباد کا رشتہ، جس کا حکم میرے مذہب میرے اللہ نے مجھے دیا ہے، وہی ناطہ ہے میرا ان ماں بیٹی کے ساتھ جو ایک اچھے پڑوسی کا دوسرے پڑوسی سے، ایک ہمسایے کا دوسرے ہمسایے کے ساتھ ہوتا ہے، وہی رشتہ ہے میرا ان

ماں بیٹی سے جو ایک بیٹے کا ماں سے ہوتا ہے اور ایک بھائی کا بہن سے ہوتا ہے۔'' فہد نے سنجیدہ اور پراعتماد لہجے میں ایمانداری سے کہا۔

''میاں کتابی باتیں کر کے ہمیں بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔'' مولوی صاحب نے تیز لہجے میں کہا۔

''ہاں بالکل۔'' باقی سب لوگ بھی تائید میں بولے۔

''او ہاں، کتابی باتیں، آپ کو تو یہ کتابی باتیں ہی لگیں گی نا، کیونکہ اچھی اور سچی باتیں تو صرف کتابوں میں ہی لکھی ہوتی ہیں اور آپ جیسے اسلام کے ٹھیکیدار قرآن پاک کو بھی محض ایک کتاب سمجھ کر ہی تو پڑھتے ہیں اور پڑھ کر طاق نسیاں پر ڈال دیتے ہیں، اس مقدس کتاب میں لکھی باتوں اور تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے آپ لوگ۔''

''تمہارے خیال میں ہم سب مسلمان نہیں ہیں۔'' ایک آدمی نے تیز اور جوشیلے انداز میں کہا۔

''آپ کی بات میں ہی آپ کے سوال کا جواب موجود ہے بس میرا خیال اس میں سے نکال دیجئے آپ۔'' فہد نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ کھسانا سا ہو گیا۔

''بحث مت کر یار۔'' زین نے چپکے سے فہد کا ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے اس کے کان کے قریب ہو کر سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

''ہم صرف یہ کہنے آئے ہیں کہ تم نامحرم عورتوں کے گھر نہیں جا سکتے۔'' مولوی صاحب نے فیصلہ صادر کیا۔

''اچھا اور آپ ان نامحرم عورتوں کا ذکر یوں بیچ سڑک کے کر سکتے ہیں نامحرم زبان سے نامحرم مردوں کے سامنے ان معصوم مفلس مفلوج اور لاچار بیمار عورتوں کا ذکر آپ پورے محلے کو جمع کر کے کرنے کو نیک کام سمجھتے ہیں۔'' فہد نے غصے میں آتے ہوئے تیز اور جوشیلے انداز میں کہا تو مولوی صاحب سمیت سب شرمندگی سے نظریں چرانے لگے۔

''مولوی صاحب! آپ نے کتنے بھوکوں کو اپنے حصے کے کھانے میں سے کھانا کھلایا ہے؟ مجھے بتائیں آپ میں سے کس نے اس یتیم لڑکی اور اس کی بیوہ بیمار ماں کی کفالت کی ذمے داری اٹھائی ہے؟ کس نے انہیں ان کی بے چارگی اور مفلسی کا احساس کم کرنے میں ان کی مدد کی ہے؟ آپ کی نظروں کے سامنے لوگ بھوک سے بلک رہے ہیں، بھوکے کو نظر انداز کر کے بھرے پیٹ والوں کو کھانا کھلا کر کون سی نیکی کما رہے ہیں آپ؟''

''کسی کا روزہ افطار کرانا بہت ثواب کا کام ہے۔'' مولوی صاحب بولے تو فہد مسکراتے ہوئے گویا ہوا۔

''بجا فرمایا مولوی صاحب! مگر کسی فاقہ زدہ اور کئی دن کے بھوکے اور بیمار انسان کو کھانا کھلانا اس سے کہیں زیادہ نیکی اور ثواب کا کام ہے۔''

''لو اور سنو، کل کا لڑکا ہمیں واعظ دے رہا ہے۔'' ایک بڑے میاں نے زبان کھلی تو شیخ صاحب بھی بولے۔

''صاحبزادے! مولویوں کے کام میں دخل اندازی کرنا سراسر بے ادبی ہے، فتویٰ جاری ہو جائے گا تمہارے خلاف۔''

''اچھا۔'' فہد استہزائیہ انداز میں مسکرایا اور بولا۔

''تو ایک فتویٰ میں بھی جاری کروں گا اور وہ یہ کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی بہن کا اپنے ہمسایے کی جان، آن بھوک پیاس کا خیال نہ

رکھے جس کا ہمسایہ بھوکا رہے اور وہ خود پیٹ بھر کر خوب سیر ہو کر سوئے، اسے مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"تمہارے کہنے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے کیا؟"

"مسلمان نام سے نہیں کام سے بنتا ہے، زبان وکلام سے نہیں رویے اور عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسلمان ہے، آپ کے محلے میں اور آپ کے ہمسایے میں ایک شہید کی بیوہ اور یتیم بیٹی تین چار دن کے فاقے سے تھیں اور ٹرے سجا سجا کر مسجد میں کھانا بھیج رہے تھے، مولوی صاحب ایک شاندار گھر میں رہتے ہیں تو کیا ان کے گھر میں کھانا نہیں پکتا ہوگا، پکتا ہوگا وہ بھی بہت اعلیٰ نسل کا، آپ مسجد میں ٹرے بھر کے کھانا بھجوا کے فخر محسوس کرتے ہیں کے آپ نے اللہ کو خوش کر دیا پکوان کی ایک ٹرے بھیج کر، واہ کیا سوچ ہے آپ لوگوں کی، کبھی کھانا پکاتے اور کھاتے وقت کسی کو ان ماں بیٹی کا خیال آیا، کسی نے پوچھا ان سے کے ان کی گزر اوقات کیسے ہوتی ہے یا یہ جاننے کی کوشش کی کسی نے کے انہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے، نہیں ناں شوہر شہید ہو گیا اس دیس کی خاطر تو آپ نے اس کی بیوہ اور بیٹی کو بھی مرا ہوا سمجھ لیا، اس کے گھر سے ہر ناطہ ہر تعلق توڑ لیا، ان کے گھر فاقوں کی نوبت آ گئی اور آپ لوگوں کو بھنک تک نہیں پڑی، کیسے مسلمان ہمسائے ہیں آپ لوگ؟ اور اب اگر میں ان کی پروا کر رہا ہوں تو آپ لوگوں کو یہ حق کس نے دیا ہے کے مجھ پر انگلی اٹھائیں اور اس طرح اعتراضات کی عدالت لگا کر کھڑے ہو جائیں؟"

"ہم ان کے ہمسائے ہیں ہمیں پورا حق ہے بات کرنے کا۔" ایک اور صاحب نے رعب سے کہا تو فہد اسی لہجے میں بولا۔

"اچھا تو اس وقت آپ نے ہمسائے ہونے کا حق فرض کیوں ادا نہیں کیا جب وہ ماں بیٹی فاقے کاٹ رہی تھیں، بولیے۔"

سب شرمندہ سے کھسیانے سے نظریں چرائے ہوئے خاموش تھے، زین کو فہد کی دلیلوں اور شعلہ بیانی نے حوصلہ دیا تو وہ سنجیدہ اور پر اعتماد لہجے میں بولا۔

"فہد صحیح کہہ رہا ہے، ہم میں سے کسی نے بھی ان کا خیال نہیں رکھا اور آج الزام لگانے، فتویٰ دینے چلے آئے ہیں سب کے سب، یعنی احساس کسی کو بھی نہیں ہے اپنے فرائض کا، حقوق العباد اور ہمسائے کے حقوق سے کسی کو کوئی لینا دینا نہیں ہے، محلے کے خوشحال گھرانے اگر چاہیں تو اپنے محلے سے تو بھوک افلاس اور فاقے ختم کر سکتے ہیں ہر گھر اگر ایک دن کے لئے محلے کی بیوہ اور یتیم و نادار فیملیز کے لئے کھانا پکا کر بھجوا دیا کرے تو اس عمل سے کم از کم ہمارے اس محلے میں کوئی بھی بھوکا نہیں سوئے گا۔"

"اور یہ تب ہی ہوگا جب ہمارے اہل محلہ کے سوئے ہوئے ضمیر اور احساس جاگیں گے۔" فہد مسکراتے ہوئے بولا۔

"ہاں بالکل۔" زین نے بھی برملا فہد کی بات کی تائید کی، اہل محلہ کے چہروں پر خجالت اور شرمندگی سے امنڈ رہی تھی، فہد نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"سجدے کر کر کے ماتھے پہ محراب بنا لی، نشان پکا کر لیا کے دنیا آپ کو نمازی سمجھے وہ بھی پانچ وقت کا نمازی، ہے نا دوستو، دل میں اگر ذرا سا خوف خدا اور انسانیت کا درد بھی رکھ لیا ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا، آپ لوگ قرآن پاک پڑھتے ہیں محض ثواب کمانے کے لئے، قرآن میں جو لکھا ہے اس پر عمل کر کے نیکی بھی کمائی ہوتا نا، آپ

جنت میں تو جانا چاہتے ہیں مگر جنت میں جانے والے کام نہیں کرنا چاہتے۔"

"میاں تم تو نماز تک نہیں پڑھتے چلے ہو ہمیں نصیحت کرنے۔" محلے کے ایک آدمی نے کہا۔

"نماز نہیں پڑھتا، یہ کس نے کہہ دیا آپ سے، چلیں مانا کے میں نماز نہیں پڑھتا تو کسی کے پیچھے بھی نہیں پڑتا، اپنا من مار لیتا ہوں بھوکوں کا حق نہیں مارتا، کسی کا حق نہیں کھاتا، کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا اس لئے چین کی نیند سوتا اور سکون کی نیند جاگتا ہوں، میں اپنے حصے کی آدھی روٹی کسی بھوکے کو کھلاتا ہوں تو اس طرح نہ تو میں بھوکا سوتا ہوں نہ ہی وہ غریب اور فاقہ زدہ شخص جسے کھانے کو کچھ میسر نہیں ہے اور ہمارے اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ "ہمیشہ بھوک رکھ کر کھانا کھاؤ۔" میں تو سنت پر عمل کرتا ہوں آپ بھی تو مسلمان ہیں آپ سنت پر عمل کب کریں گے؟ آپ اپنے اللہ کا حکم کب مانیں گے؟" فہد نے نہایت مودب انداز میں نرم مگر سنجیدہ لہجے میں استفسار کیا۔

"لو بھئی اس پہ تو فتویٰ لگے ہی لگے کیوں مولوی صاحب؟" ایک لڑکے نے طنزیہ انداز میں ہنس کر کہتے ہوئے مولوی صاحب کی جانب دیکھا جو تسبیح کے دانے بڑی تیزی سے گرا رہے تھے، لڑکے کے مخاطب کرنے پر کچھ بولے نہیں۔

"مجھ پر فتویٰ لگائیں گے؟" فہد دھیرے سے ہنستے ہوئے بولا۔

"ارے آپ لوگوں پر تو دفعہ 302 لگنی چاہیے، آپ کی بے حسی کی رہے ہیں، واعظ اور نصیحت سے پہلے عمل ضروری ہوتا ہے مولوی صاحب، اتنا تو آپ جانتے ہی ہوں گے اور عمل آپ کا "صفر" ہے پھر ایمان کے، مسلمان ہونے کے امتحان میں آپ لوگ پاس کیسے ہوں گے؟ دیکھ لیجئے گا اگر آپ لوگوں کا یہی وطیرہ رہا نہ تو روز محشر، کسی نہ کسی مضمون میں آپ کی کمپارٹ (سپلی) ضرور آ جانی ہے اور اگر وہاں کمپارٹ آ گئی تو دوبارہ تیاری کر کے پرچہ دینے کی مہلت بھی نہیں ملے گی اور فیل ہو جانے والے تو پیچھے رہ جاتے ہیں جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں، تو کیا یہ اچھا نہیں ہے کہ ہم امتحان سے پہلے ہی تمام مضمون کی اچھی سی تیاری کر لیں تا کہ آخرت میں رزلٹ اچھا آئے اور آپ کو جنت میں جگہ مل جائے۔"

"ہاں بھئی تم تو جنت کی باتیں کرو گے ہی، ہر روز حور کے درشن جو کر آتے ہو کھانا دینے کے بہانے۔" محلے کے ایک پکی عمر کے آدمی الیاس نے عامیانہ انداز میں کہا تو فہد کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا مگر زین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دباتے ہوئے اگنور کرنے کا اشارہ دیا۔

"سن رہے ہیں مولوی صاحب یہ سوچ اور خیالات ہیں آپ کی مسجد میں آنے والے نماز پڑھنے والے آدمی کے، اگر آپ ان کی یہ سطحی سوچ اپنے خطبہ واعظ سے نہیں بدل سکے اب تک تو ذرا سوچیئے کے کمی کہاں رہ گئی ہے ایمان میں یا عمل میں؟"

"فہد بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے، ہم انتہائی سطحی سوچ رکھتے ہیں اور وہ ماں بیٹی جو اپنی مفلسی کا پردہ رکھے، خودداری کی بکل مارے چپ چاپ اپنے گھر میں بند رہتی ہیں ہم یہاں ان کی عزت اچھال رہے ہیں اس قسم کی باتیں کر کے، تف ہے ہم پر۔" شیخ صاحب نے بڑے جوشیلے انداز میں کہا تو اہل محلہ تو اہل محلہ فہد اور زین بھی حیران رہ گئے کہ یہ یکا یک کایا کیسے پلٹ گئی۔

"یہ شیخ کو کیا ہو گیا؟" فہد نے آہستہ سے

کہا۔

''لگتا ہے تیرے خطبے کا اثر ہو گیا ہے، مولوی صاحب تو گئے کام سے، مسجد میں تیری تقرری ہونے والی ہے۔'' زین نے مسکراتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''بالکل ٹھیک کہا ہے فہد بیٹے نے۔'' محلے کے بزرگ خاتون جو کب سے ہجوم کے پیچھے کھڑی ان سب کی باتیں سن رہی تھیں، آگے آ کر کہنے لگیں تو سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

''غلطی ہم سب کی ہے، ہم عورتوں نے اپنے مردوں کی ناراضگی کے خیال سے میجر شہید کی بیوہ اور بیٹی کو تنہا چھوڑ دیا، فہد پہ فتویٰ لگانے، اس بچے سے جرح کرنے چلے آئے جو نیکی کا کام کر رہا ہے، یہ بچہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے، صرف اللہ کو ماننے سے تو ایمان مکمل نہیں ہوتا، نہ مسلمان کا کردار، اللہ نے جو کہا ہے قرآن پاک میں، وہ بھی تو مانو، اس پر عمل کرو گے تبھی تو ایمان کا حق اور مسلمان ہونے کا فرض ادا کر پاؤ گے۔''

''کلثوم خالہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' زین نے فوراً کہا تو فہد کہنے لگا۔

''معزز زین اور مولوی صاحب! تسبیح پھیرنے سے دن نہیں پھرتے، اندھیرے نہیں چھٹتے، دن پھرتے ہیں نیکی کرنے سے، اندھیرے دور ہوتے ہیں عمل کے چراغ روشن کرنے سے، محبت اور مذہب عمل اور یقین کا تقاضا کرتے ہیں اس میں ہم کتنے سچے اچھے اور سچے ہیں یہ بات اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہے، زبان سے کلمہ پڑھنا اور زبان سے اپنی محبت کا اقرار کرنا بہت آسان ہے، آپ کتنے مذہبی ہیں، کتنے محب ہیں یہ تو آپ کا عمل ہی ثابت کر سکتا ہے، عمل کے بنا یہ اقرار بھی صرف کتابی ہے۔''

''صحیح کہہ رہا ہے یہ اس لڑکے کی باتوں میں دم ہے، ہم جلد ہی اس بارے میں کوئی اچھا فیصلہ کریں گے تاکہ ہم سے آئندہ ایسی کوتاہی نہ سرزد ہو۔'' مولوی صاحب نے اپنی غلطی تسلیم کرنے میں ہی عافیت جانی اور سنجیدگی سے کہا تو بھی اہل محلہ ان کی بات کی تائید میں بولنے لگے۔

''اچھا، فہد میاں، ہم چلتے ہیں زحمت کی معافی چاہتے ہیں اللہ آپ کو اس کار خیر کا اجر عظیم عطا فرمائیں۔''

''آمین۔'' فہد نے مولوی صاحب کی بات سن کر کہا۔

''اور ہم سب کو اس کار خیر میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے، ثم آمین۔''

محلے والے چلے گئے تو زین اور فہد گھر میں واپس آ گئے زین اسے دیکھتے ہوئے حیرت و رشک سے بولا۔

''تو......تو پکا مولوی نکلا یار۔''

''مولوی نہیں مسلمان۔'' فہد نے اس کے جملے کی درستگی کرتے ہوئے کہا۔

''مولوی وہ تھا جو میرے خلاف یہاں فتویٰ دینے آیا تھا، عجیب ہیں یہ مولوی صاحب بھی خود تو ہر روز قورمے پلاؤ، زردے، حلوے کھاتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر کے قریب ایک بیوہ عورت اس کی یتیم بیٹی بھوک سے مر رہی ہیں اس سے وہ بے خبر رہتے ہیں یا بے خبر بنے ہوئے ہیں۔''

''ہاں ٹھیک کہہ رہا ہے تو منبر پر بیٹھ کر تقریریں کرنا واعظ دینا بہت آسان ہے لیکن منبر سے پرے، اسی تقریر اور واعظ پر عمل کرنا اس کے لئے کار دشوار ہے۔''

''ہونہہ اور خود کو سلام کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔'' فہد تلخی سے بولا تو زین نے کہا۔

''اچھا بس اب خاموش ہو جا، بہت بول

لیا، کسی نے سن لیا تو پھر سے آ جائیں گے فتویٰ دینے، ایسے لوگوں کا کچھ پتا بھی نہیں ہے کہ کب کہاں کیسے مجرم قرار دے کر سنگسار کر دیں، اس لئے میرے بھائی خاموشی ہی بھلی ہے۔'' زین نے اسے سمجھایا۔

''ماں مجھے ہمیشہ اللہ سے ڈراتی ہے اور تو مجھے اللہ کی مخلوق سے ڈرا رہا ہے، اللہ کو یہ بات ہر گز پسند نہیں ہے کہ اس کے بندے اس کے سوا کسی اور سے ڈریں اور کسی اور کے آگے جھکیں۔'' فہد سنجیدگی سے بولا۔

''تو......تو اچھا خاصا بلکہ اچھا سچا مسلمان نکلا یار، اور میں تیرے ساتھ رہتے ہوئے بھی تجھے نہ سمجھ سکا، حیرت ہے مجھے اپنی سمجھ پہ۔'' زین شرمندگی سے بولا۔

''چل اب افطاری بنانے میں ہیلپ کروا، روزہ کیا شرمندگی کے ساتھ کھولے گا؟'' فہد نے اس کے شانے پہ ہاتھ سے تھپکی دے کر کہا تو وہ ہنس پڑا اور اس کے پیچھے باورچی خانے میں چلا گیا۔

☆☆☆

فہد اپنے محلے اور مسز برکت کی حالت اور حالات کے متعلق سوچتے ہوئے نیند میں گم ہو گیا تھا، ہوش میں تب آیا جب زین نے اسے سحری کے لئے جگایا۔

''فہد اٹھ جا یار، سحری کر لے پھر ٹائم ختم ہو جائے گا۔'' فہد نے آنکھیں بند کیے ہی لیٹے لیٹے مخمور لہجے میں کہا۔

''ہائے وہ سحری نہ جانے کب آئے گی، جب پیاری سی آواز والی کہے گی، اٹھئے نا، پھر اذان ہو جائے گی۔''

''ہاں تو پھر کر لے نا شادی، لڑکی تو تو نے پسند کر ہی رکھی ہے۔'' زین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کون سی لڑکی؟'' فہد نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

''حورم کی بات کر رہا ہوں میں۔''

''دوبارہ یہ بات مت کریں، بلکہ سوچنا بھی نہ، ورنہ محمد علی باکسر والا پنچ مار کر تیرا ناک منہ دانت جبڑا سب توڑ دوں گا، چھوڑ دوں گا سمجھا۔'' فہد ایکدم غصے میں آتے ہوئے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کیا ہو گیا ایسا کیا کہہ دیا میں نے؟'' زین ٹپٹایا۔

''ہاں تجھے تو کچھ پتا ہی نہیں ہے کہ تو نے کیا کہہ دیا، بہن کہتا ہوں میں اسے اور صرف زبان سے کہتا ہی نہیں ہوں دل سے، بہن مانتا بھی ہوں اور حورم بھی مجھے بھائی ہی سمجھتی ہے۔'' فہد تیز لہجے میں بولا۔

''تمہارے کہنے اور سمجھنے سے کیا ہوتا ہے تم دونوں بہن بھائی ہو تو نہیں ناں اور میں تو سمجھا تھا کہ تو نے اپنی سیٹنگ کر رکھی ہے اس کے ساتھ۔'' زین کھسیانا سا ہو کر بولا۔

''دوبارہ تو نے یہ بات کہی نا تو تیرے دماغ کی سیٹنگ خراب کر دوں گا سمجھا، پتا نہیں لوگ ہر تعلق کو شک کی نظر سے ہی کیوں دیکھتے ہیں؟ اپنی آنکھوں پر سے یہ شک کی عینک اتار کے بھی دیکھ لیا کرو کسی رشتے کا تو احترام اور وقار باقی رہنے دو، انسانیت کا کچھ تو بھرم رہنے دو، کچھ تو اعتبار باقی رہنے دو، درد اور احساس سے جڑے رشتوں کا، حورم کو میں نے بہن کہا ہے، سمجھا ہے اور بھائی ہونے کا حق بھی انشاء اللہ ادا کروں گا، اس کے بارے میں کوئی فضول بات برداشت نہیں کروں گا میں، سن لے تو بھی۔''

''اچھا بھائی معاف کر دے، غلطی ہو گئی

آئندہ کبھی شک نہیں کروں گا تم دونوں کے رشتے اور تعلق پر، اب فریش ہو کے آ جا اور سحری کر لے۔'' زین نے شرمندگی سے بوکھلا کر اس کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہا تو منہ پھلائے ہوئے بولا۔

''آتا ہوں۔''

''جلدی آ۔'' زین سکون کا سانس لیتا ڈائننگ ٹیبل کے گرد رکھی کرسی پر آ بیٹھا، چند منٹ بعد فہد بھی فریش ہو کر آ گیا اور پراٹھا کھانے لگا۔

''واہ کتنے پرفیکٹ پراٹھے بناتا ہے تو تیری بیوی تو تجھ سے فرمائشیں کر کر کے پکوایا کرے گی پراٹھے۔'' فہد نے اپنے مخصوص موڈ میں کہا۔

''ہاں آں اور میں تو جیسے پکا ہی دوں گا نا۔'' زین نے چڑ کر کہا تو وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہاں تو اور کیا شادی کے بعد سحری میں پراٹھے تو ہی بنایا کرے گا۔''

''ہونہہ۔'' زین نے روٹھے انداز میں سر جھٹکا۔

''اچھا ایک بات بتا۔'' فہد نے پراٹھے کا نوالہ توڑتے ہوئے کہا۔

''پوچھ۔''

''حورم سے شادی کرے گا۔''

''کیا؟'' زین لسی پی رہا تھا فہد کی اس بات پر اسے اچھو لگ گیا۔

''تو مذاق کر رہا ہے نا؟''

''میں اپنی بہن کی شادی کی بات مذاق کیوں کروں گا وہ میرے لئے قابل عزت ہے، قابل تمسخر نہیں کے اس کی شادی کی بات مذاق میں کروں گا۔''

''پر تو کر ہی کیوں رہا ہے ''حورم'' کی شادی کی بات؟'' زین نے اسے دیکھتے ہوئے بے کلی سے سوال کیا۔

''کیونکہ میں اس کا بھائی ہوں مجھے اپنی بہن کی شادی کرنی ہے اور آج کل میں اس کے لئے کوئی نیک شریف سلجھا ہوا کماؤ لڑکا ڈھونڈ رہا ہوں۔'' فہد نے سنجیدگی سے بتایا۔

''تو مجھے کیوں پرپوز کر رہا ہے؟'' زین کی زبان پھسلی اور فہد نے اس کی بات اچک لی۔

''ہاں واقعی، تیرے میں تو یہ ساری خوبیاں ہیں ہی نہیں، پھر میں تجھے کیوں پرپوز کر رہا ہوں؟''

''کمینے چپ کر کے سحری کر۔'' زین سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو دانت پیس کر کہا۔

''رمضان میں گالی دے رہا ہے، گناہ ملے گا تجھے۔''

''گالی رمضان کے مہینے میں نہ بھی دو گناہ تب بھی ملتا ہے، غلط بات تو کسی بھی مہینے میں جائز نہیں ہے۔'' فہد کی بات سن کر زین نے بڑے عالمانہ انداز میں کہا تو فہد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

''ارے واہ تجھ پہ بھی بھائی کی صحبت کا اثر ہو رہا ہے آہستہ آہستہ بڑی عقل کی بات کہی ہے۔''

''ہاں تو عقل کی باتیں کرنے کا ٹھیکہ کیا صرف تم نے ہی لے رکھا ہے۔'' زین چڑ کر بولا تو وہ ہانپنے لگا۔

''غصہ نہ کر، سحری کر۔''

''اچھا جی۔'' زین نے طنزاً مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور پھر کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔

''سن میں سنجیدگی سے تجھے اپنی بہن حورم کے لئے پرپوز کیا ہے، اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر اپنے دل سے ہر شک اور بدگمانی کو نکال کر پوری ایمانداری اور سچائی سے مجھے جواب دینا،

اگر وہ تجھے قبول ہے تو ٹھیک ہے نہیں تو میں نے دو ایک جگہ بات کی ہے اگر ان میں سے مجھے کوئی حورم کے لئے مناسب لگا تو میں وہاں اس کا رشتہ طے کر دوں گا، حورم کی والدہ نے مجھے یہ حق دیا ہے اس لئے میں ان کا بیٹا بن کر اپنی یہ ذمے داری ادا کرنا چاہتا ہوں، کوئی زبردستی نہیں ہے، میری بہن لاکھوں میں ایک ہے، پڑھی لکھی، سلیقہ مند، خود دار اور نیک لڑکی ہے حورم، اسے انشاء اللہ بہت اچھا رشتہ مل جائے گا، تو اپنا کزن ہے، دوست ہے، بھائی ہے اس لئے سوچا کے پہلے تجھ سے بات کر لوں۔''

''ہوں۔'' چیرٹی بی گینز ایٹ ہوم

''او ہیلو، میری بہن کوئی چیرٹی، چندہ یا خیرات نہیں ہے سمجھ آئی بات۔'' فہد ایکدم غصے میں آ گیا۔

''کم آن یار میں تو مذاق کر رہا تھا۔''

''میں تجھ سے سیریس بات ڈس کس کر رہا ہوں اور تو مذاق سمجھ رہا ہے اسے اور مذاق کر رہا ہے، بس رہنے دے میں نے غلطی کی جو تیرے سے یہ بات کر لی، بھول جا میں نے جو کہا ہے ابھی، میری بہن کے لئے رشتوں کی کمی نہیں ہے۔'' فہد اسے غصے سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں بولا تو زین اندر تک سے نادم و شرمسار ہو گیا۔

''سوری یار پھر سے اسی بکواس نہیں کروں گا۔''

''کرنا بھی مت، پھر سے میں ایسی بکواس برداشت بھی نہیں کروں گا۔'' فہد نے کرسی کھسکا کر اٹھتے ہوئے کہا تو زین اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''جب سے تو ان ماں بیٹی کا رشتے دار بنا ہے تب سے تو بہت غصہ نہیں کرنے لگا، بہت پچی ہے تو ان کے معاملے میں شام میں محلے والوں کی طبیعت صاف کی تھی اور اب سحری میں مجھے لتاڑ رہا ہے۔''

''تو کیا غلط لتاڑا ہے؟'' فہد نے تردید چاہی۔

''نہیں مگر۔''

''اگر مگر چھوڑ، صرف ایک منٹ کے لئے خود کو میری جگہ رکھ کر سوچ کے اگر وہ ماں بیٹی تیری ماں بہن ہوتیں اور کوئی ان کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرتا جو ابھی تو نے کی ہیں تو کیا کرتا تو؟''

''منہ توڑ دیتا سالے کا۔'' زین نے فوراً جواب دیا۔

''ہاں لیکن میں نے تیرا منہ نہیں توڑا، کیونکہ میں جانتا ہوں کے تو دل کا صاف اور شریف آدمی ہے اور میرا بھائی ہے، دوست ہے، اس لئے تجھے بری کر دیا سزا سے، لیکن دوبارہ یہ غلطی نہیں ہونی چاہیے۔'' فہد نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہتے ہوئے آخر میں تنبیہہ بھی کر دی۔

''اچھا بھائی نہیں ہو گی یہ غلطی۔'' زین نے ہاتھ جوڑے۔

''ہوں گڈ، پرپوزل ابھی بھی برقرار ہے، مجھے اس عید پر گڑیا حورم کا رشتہ ہر صورت طے کرنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔'' فہد اپنی بات مکمل کر کے چلا گیا اور زین اس کی باتوں اور پرپوزل پر غور کرنے لگا۔

☆☆☆

حورم ایک حسین و جمیل لڑکی تھی، اکیس برس عمر تھی، گورا چٹا چنبیلی کے جیسا رنگ تھا، گلاب کی سی پنکھڑی جیسے لب، جن کی مسکراہٹ دل میں گدگدی سی کرنے لگتی تھی، سیاہ چمکدار روشن اور ذہین آنکھیں، دلکش خدو خال سے مزین چہرہ، سیاہ ریشم سی دراز زلفیں، پانچ فٹ تین انچ قد

[illegible]
حورم، دھیمے لہجے میں بات کرتی دلوں میں جلترنگ بجا دیتی تھی، یہ احساس زین کو بھی اس سے ایک مختصر سی ملاقات اور چند حرفی بات کرنے پر ہوا تھا اور اب جب وہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا تو اسے وہ ہر لحاظ سے وہ ایک حسین و جمیل نیک سیرت اور باحیا، باوفا، شریک حیات کے پیکر میں ڈھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اسے ایک مکمل اور مناسب شریک زندگی دکھائی دے رہی تھی اس نے اللہ کا نام لے کر دل میں ایک فیصلہ کیا اور مسکراتے ہوئے آنکھیں موندلیں۔

صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے، فہد اپنے کمرے میں آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا، اسی وقت زین نے دروازے پر دستک دے کر اندر جھانکا اور اسے مخاطب کیا۔

''سن۔''

''سنا۔'' فہد نے ہیر برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا۔

''مجھے تیرا پرپوزل قبول ہے۔'' زین نے مسکراتے ہوئے شرماتے ہوئے کہا تو فہد نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

''کیا؟ کیا بولا؟''

''میں تیری بہن حورم سے شادی کے لئے تیار ہوں۔''

''سچ کہہ۔'' فہد خوشی سے اس کی جانب بڑھا تو وہ بھی کمرے میں آ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''سچی۔''

''دل سے کہہ رہا ہے نا؟''

''ہاں دل سے کہہ رہا ہوں۔'' زین نے جواب دیا۔

''زندگی میں کبھی میری بہن پر شک کیا یا
[illegible]
سوال اٹھایا یا میری بہن کو کسی قسم کا کوئی طعنہ دیا تو یاد رکھنا میں بھائی ہوں اس کا، ہرگز برداشت نہیں کروں گا یہ سب، سوچ لے پھر سے۔'' فہد نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''سوچ سمجھ کے ہی کہہ رہا ہوں میرے بھائی، نہیں کروں گا اس پہ شک، عزت سے رکھوں گا، اچھا شوہر بننے کی ہر ممکن کوشش کروں گا اب کیا لکھ کے دوں تب یقین کرے گا؟''

''نہیں یقین کرلیا تیرا، اب اس یقین کو سدا برقرار رکھنا تیرا کام ہے۔''

''میں اپنا کام پوری ایمانداری سے کروں گا، خوش۔''

''بہت خوش ہوں۔'' فہد نے خوشی سے اسے گلے لگا لیا۔

''میں جانتا ہوں تیرے لئے حورم جیسی نیک سیرت، خوبصورت، تعلیم یافتہ، سگھڑ اور خود دار لڑکی ہی بہتر رہے گی، حورم لاکھوں میں ایک ہے، ڈھونڈے سے بھی تجھے اتنی اچھی لڑکی کبھی نہ ملتی۔'' فہد خوشی سے کہہ رہا تھا۔

''ہاں ہاں جانتا ہوں میں تیری بہن ہے لاکھوں میں ایک تو ہوگی نا۔'' زین نے شوخی سے کہا تو فہد نے فرط مسرت اور جوش جذبات میں آ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

پھر ان دونوں کی ہنسی بھی بہت بے ساختہ اور زندگی سے بھرپور تھی۔

☆☆☆

چھبیسویں روزہ تھا، فہد کے گھر والے بھی گوجرانوالہ پہنچ گئے تھے عید منانے کے لئے اور زین کے والدین بھی عمرہ کی سعادت حاصل کر کے واپس لوٹ آئے تھے۔

''مرتضٰی ہاؤس'' میں خوب رونق ہو گئی تھی سب کے اکٹھے ہو جانے سے اور ان کے پیچھے محلے والوں نے جو فہد کی باتیں سنائی تھیں وہ ساری کہانی، ساری روداد بھی ان سب کے علم میں آ چکی تھی، کچھ فہد اور زین کی زبانی انہیں معلوم ہو گیا تھا، مصطفیٰ احمد کو اپنے بیٹے فہد پر بہت فخر محسوس ہو رہا تھا یہ جان کر کہ اس نے بے سہارا خواتین کو سہارا دے کر نیکی کا کام کیا تھا۔

''فہد بیٹا میں تمہارے ساتھ ہوں تم نے بہت نیکی کا کام کیا ہے، ہمیں اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ایک صحت منداور خوشحال محلے کی نشانی ہے۔'' مصطفیٰ احمد نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

''بالکل، اینڈ تھینک یو ابو۔'' فہد خوش ہو کر بولا۔

''غلطی ہماری ہی ہے ہم نے مسز برکت اور حورم کو بری طرح نظر انداز کر دیا تھا ان کا محلے والوں کے سوا بچا ہی کون تھا کے ہم بھی انہیں تنہا چھوڑ کے اپنی زندگیوں میں گم ہو گئے۔'' اسماء نے سنجیدگی سے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

''تو تائی جان آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے حورم کو اپنی بہو بنانے میں۔'' فہد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''بالکل نہیں، مجھے تو وہ بچی شروع سے ہی بہت پسند تھی بہت نیک اور سلجھی ہوئی بچی ہے، ہے نا جی۔'' اسماء نے کہتے ہوئے شوہر کی طرف تصدیق کرنے والے انداز میں دیکھا تو مجتبیٰ احمد مسکراتے ہوئے بولے۔

''ہاں جی بالکل مگر زین سے بھی تو پوچھ لیں کہ زین کی کیا مرضی ہے؟''

''ابو، امی، آپ جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے قبول ہوگا۔'' زین نے فرمانبرداری سے کہا۔

''یہ تو پہلے سے ہی راضی ہے آپ کو دکھانے کے لئے فرمانبرداری کا ناٹک کر رہا ہے۔'' فہد نے شرارت سے کہا۔

''سالے تیری وجہ سے ہاں کی تھی میں نے۔'' زین نے کھسیانا سا ہو کر اس کی گردن دبوچتے ہوئے کہا تو وہ سب ہنسنے لگے۔

''اچھا، میں اگر کسی موٹی کالی پیلی بھینگی ناٹی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے کہتا تو فوراً مان جاتا نہ جیسے۔'' فہد نے اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنی گردن سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''اب ہر بات بھی میں تیری نہیں مان سکتا، میری اپنی بھی پسند اور چوائس ہے، عقل ہے۔'' زین نے تیزی سے کہا تو وہ شرارت سے بولا۔

''یہ عقل والی بات خاصی مشکوک ہے، ہضم نہیں ہوتی۔'' سب فہد کی بات پر ہنس رہے تھے اور زین اسے کھا جانے والی اور ناراض نظروں سے گھورنے لگا۔

☆☆☆

آج ستائیسواں روزہ تھا محلے کی مسجد میں آج فہد کی طرف سے افطاری کا اہتمام کیا گیا تھا، مولوی صاحب نے فہد کو مسجد آنے کے لئے بہت تاکید کی تھی، سو وہ بھی زین کے ساتھ مغرب کے وقت مسجد میں نماز پڑھنے روزہ افطار کرنے آ گیا، عصر کی نماز کے بعد اور افطار سے کچھ پہلے مسجد میں محلے کے تقریباً سبھی مرد حضرات موجود تھے مولوی صاحب نے سب کو دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔

''حضرات ایک بہت اہم بات کرنی ہے اس لئے میں آپ سب کی توجہ چاہتا ہوں۔''

''جی فرمایئے مولوی صاحب، ہم ہمہ تن گوش ہیں۔'' شیخ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا

تو فہد پر نگاہ ڈال کر مسکراتے ہوئے مولوی صاحب نے کہا۔

''جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ فہد صاحب نے ہماری آنکھوں پر بندھی شک اور غفلت کی پٹی اتاری ہے چند دن پہلے اور ایک اہم مسئلے کی جانب ہم سب کی توجہ مبذول کروائی ہے تو اس سلسلے میں ہم نے فہد صاحب، زین میاں اور کچھ معززین ومخیر حضرات سے بات کی ہے اور ایک کمیٹی بنائی ہے جس کا نام ہے ''خوشی'' جس جس بھائی یا بہن کو خوشی درکار ہو وہ یہاں آئے اور خوشی خرید لے۔''

''مولوی صاحب، خوشی بھی بھلا خریدی جا سکتی ہے؟'' ایک آدمی نے حیرانگی سے سوال کیا، مولوی صاحب مسکراتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولے۔

''بالکل خریدی جاسکتی ہے۔''

''وہ کیسے؟'' ایک ساتھ کئی آوازیں ابھریں۔

''وہ ایسے کہ جب آپ سب اللہ کی مرضی اور خوشی کے لئے کوئی کام کریں گے تو اللہ آپ کو اس کا اجر تو دے گا نا، نیکی کرنا، کسی کے کام آنا، کسی کی مدد کرنا، کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، کسی بیمار کو علاج کے لئے پیسے دینا، یہ سب وہ کام ہیں جو اگر ہم کریں گے تو ہمارا اللہ ہم سے بہت خوش ہوگا اور جب ہمارا اللہ ہم سے خوش ہوگا تو وہ ہمیں وہ سب بھی دے گا جو ہمیں خوش کر سکتا ہے اور جانتے ہیں آپ ہماری ایک نیکی کے بدلے میں وہ ہمیں دس گناہ ثواب عطا کرے گا، وہ کسی کا قرض نہیں رکھتا، وہ تو وہاب ہے رزاق ہے خالق ہے سب کو دینے والا ہے صرف اللہ اور ہم نے اگر کسی ضرورت مند کو کچھ دینا ہے تو اللہ کے دیئے ہوئے میں سے ہی دینا ہے نا، اپنے پلے سے تو کچھ نہیں دینا۔''

''سبحان اللہ مولوی صاحب، بالکل درست فرمایا آپ نے۔'' فہد نے خوش ہو کر دل سے کہا۔

''یہ راستہ آپ ہی نے دکھایا ہے ہمیں فہد میاں اور سچا اچھا سیدھا راستہ جو بھی دکھائے وہ ہمارا محسن استاد اور خیر خواہ ہوتا ہے، بہت شکریہ کے آپ نے مجھ مولوی کو میرا اصل کام بتایا، سمجھایا۔''

''ارے نہیں مولوی صاحب، کیوں شرمندہ کر رہے ہیں مجھے، یہ تو آپ کا بڑا پن ہے کے آپ خلوص دل سے میری باتوں کو سمجھا اور عمل کا بیڑا اٹھایا ہے۔'' فہد نے مولوی صاحب کی باتیں سن کر مودب لہجے میں کہا۔

''جیتے رہیے اللہ آپ کے رزق میں اضافہ فرمائے، زندگی میں برکت دے آمین ثم آمین۔''

''جزاک اللہ مولوی صاحب۔'' فہد نے خلوص دل سے شکریہ ادا کیا، پھر مولوی صاحب مسکراتے ہوئے دوبارہ گویا ہوئے۔

''تو بھائیوں میں بات کر رہا تھا خوشی کی ہم نے یہ کمیٹی اس لئے بنائی ہے کے ہم اپنے محلے کے ضرورت مند افراد کی مدد کر سکیں اور مدد بھی اس طریقے سے کریں کے ان کی خود داری اور عزت نفس پر بھی حرف نہ آئے اور ان کی مدد بھی ہو جائے، ضرورت بھی پوری ہو جائے، تو اس کا حل ہم فہد میاں کے مشورے سے یہ نکالا ہے کہ ہم مسجد کے باہر ایک بکس (ڈبہ) رکھوا رہے ہیں تو محلے میں جس بھی غریب بھائی بہن کو جیسی بھی مدد درکار ہو وہ ایک کاغذ پر لکھ کر اپنے نام پتے کے ساتھ اس بکس میں ڈال جایا کرے ہم دن رات میں ہر نماز سے پہلے اس بکس کو چیک کیا کریں گے اور جس کی بھی پرچی ہوگی اور اسے جو

بھی ضرورت ہوگی وہ اپنی خوشی کمیٹی کے اراکین کے ذریعے پوری کرنے کی کوشش کریں اور آپ سب حسب استطاعت مسجد میں رکھے ہوئے اس بند ڈبے میں روپے پیسے ڈال دیا کریں تاکہ وہ محلہ کے نادار افراد کی ضرورت کے لئے کام میں لائے جاسکیں، یہ کام پوری ایمانداری سے کیا جائے گا اس سے یہ ہوگا کہ آپ جس کی مدد کر رہے ہیں اسے دیکھ کر آپ کو کوئی تکبر یا فخر کا احساس بھی نہیں ہوگا نہ ہی مدد لینے والے کی نظریں احسان مندی اور شرمندگی کے احساس کے مارے جھکنے پائیں گی، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''نیکی اس طرح کرو کے تم ایک ہاتھ سے دو تو تمہارے دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔''

''واہ واہ مولوی صاحب سبحان اللہ کیا پیاری بات کہی ہے آپ نے سبحان اللہ۔'' سامعین میں سے ایک صاحب باآواز بلند بولے باقی افراد بھی سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کرنے لگے۔

''تو میرے عزیز بھائیو اور دوستو، یہ نیک کام ہم آج کے اس نیک اور مبارک دن سے آغاز کر رہے ہیں آپ سب حسب استطاعت اس بکس میں نیکی ڈالتے جایئے گا، اللہ پاک آپ کی زندگیوں میں اس نیکی کا اجر بھیجتے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور جو بھائی یا بہن اپنی پریشانی یا ضرورت لکھ کر نہیں بتا سکتے وہ کمیٹی کے کسی بھی رکن سے یا براہ راست مجھے آ کر بتا سکتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان کی مدد نیکی نیتی سے کریں گے، اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس نیکی کو قبول فرمائیں، آمین ثم آمین۔''

مولوی صاحب کی بات مکمل ہونے پر سب نے ایک ساتھ آمین کہا۔

''انشاء اللہ تعالیٰ اس عمل سے کم از کم ہمارے محلے میں کوئی فرد بھوکا نہیں سوئے گا اور نہ ہی کوئی بیمار علاج کو ترسے گا۔'' زین نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر بکس میں ہزار ہزار کے دو نئے نکور نوٹ ڈال دیئے، اس کی دیکھا دیکھی باقی افراد بھی اپنی جیبوں میں پیسے نکال کر بکس میں ڈالتے چلے گئے، فہد اور زین اس مثبت اور نیک کم کے آغاز پر بہت مسرور انداز میں مسکرا رہے تھے۔

☆☆☆

''ھذا من فضل ربی (یہ میرے رب کا فضل ہے)۔''

''یقیناً یہ میرے اللہ کا، سوہنے رب کا فضل ہی ہے کہ اس نے فہد جیسے نیک لڑکے کو ہماری زندگی میں فرشتہ بنا کر بھیجا، ہم ماں بیٹی تو موت کے فرشتے کے منتظر تھے مگر اس بچے نے ہمیں زندگی کی طرف کھینچ لیا، ماشاء اللہ بہت نیک اور قابل فخر بیٹا ہے آپ کا۔'' مسز میجر برکت کے گھر فہد اور زین کے سب گھر والے زین کا رشتہ لے کر چاندرات کو ان کے گھر کے ڈرائینگ روم میں موجود تھے اور وہ خوشی سے آبدیدہ ہو کر کہہ رہی تھیں، فہد ان کی بات سن کر فوراً بولا۔

''میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں کیا؟''

''کیوں نہیں بیٹا، تم نے تو سچ مچ بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا ہے، صحیح معنوں میں حورم کے بھائی ہونے کا فرض ادا کیا ہے۔'' مسز برکت نے اس کے سر پہ دست شفقت رکھ کر دل سے کہا۔

''اور انشاء اللہ ہمیشہ ادا کرتا رہوں گا۔''

''جیتے رہو بیٹا، اللہ تمہیں دنیا وآخرت کی ہر خوشی، کامیابی اور فلاح نصیب کرے آمین۔'' سب نے یک آواز ہو کر کہا سبھی کے چہرے خوشی سے مسکرا رہے تھے، حورم اور مسز برکت کی خوشی سب سے زیادہ اور تشکر میں ڈوبی آنسوؤں میں

بھیگی ہوئی تھی۔

”پھر آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے بہن جی، زین کے لئے ہم آپ کی حورم کو مانگنے آئے ہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹیں گے۔“ اسماء نے قریب صوفے پر بیٹھی حورم کے شرم سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے بڑے خلوص اور مان سے کہا تھا۔

”میری یہ مجال کہاں کے میں آپ لوگوں کو خالی ہاتھ لوٹاؤں، میرے لئے تو یہ خوشی اور فخر کی بات ہے کہ آپ جیسا اچھا گھرانہ میری بیٹی کو اپنے گھر کی بہو بنانا چاہ رہا ہے، اسماء بہن میری طرف سے ہاں ہے، حورم اب آپ کی امانت ہے، آپ سب جب چاہیں اسے دلہن بنا کر لے جائیں۔“ مسز برکت نے خوشی سے بھیگتی آواز میں نم آنکھوں سے حورم کو دیکھتے ہوئے کہا، حورم سبز رنگ کے لان کے سوٹ میں بہت پاکیزہ، دلکش اور حسین لگ رہی تھی، زین کن اکھیوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کے رنگ روپ کو آنکھوں کے ذریعے دل میں اتار رہا تھا۔

”بہت بہت شکریہ بہن، مبارک ہو آپ کو۔“ اسماء خوش ہو کر ان کے گلے سے لگ گئیں۔

”مبارک ہو سب کو، لیں منہ تو میٹھا کریں۔“ فہد کی امی ریحانہ مصطفیٰ نے مٹھائی کی ٹوکری کھول کر کہا۔

”پہلے انگوٹھی تو پہنا لیں بھابھی۔“ مصطفیٰ احمد نے کہا۔

”ہاں ہاں پہلے انگوٹھی پہناتی ہوں میں اپنی ہونے والی بہو کو۔“ اسماء خوشی میں بوکھلائی ہوئی سی تھیں، حورم کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنا ہینڈ بیگ کھول کر انگوٹھی ڈھونڈنے لگیں۔

”منگنی میری ہو رہی ہے اور انگوٹھی ممی جی پہنائیں گی، دیس از ناٹ فیئر یار۔“ زین نے آہستگی سے فہد کے کان میں کہا تو وہ ہنس کر بولا۔

”شادی ہو لینے، پھر ساری زندگی پہنا[illegible] رہیں اسے انگوٹھی۔“

حورم کو خوبصورت نفس سی سونے کی انگوٹھی پہنا دی گئی، سب نے مبارکباد دی ایک دوسرے کو، چاندرات اور عید کا مزا دوبالا ہو گیا تھا اس منگنی کی تقریب سے، سب مٹھائی کھا رہے تھے خوشی سے چہک رہے تھے۔

”انشاء اللہ بڑی کے چاند پہ ہم حورم کو رخصت کرا کے لے جائیں گے۔“ مجتبیٰ احمد نے کہا۔

”انشاء اللہ۔“ مسز برکت خوشی سے رو پڑیں، حورم اٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔

”ھذا من فضل ربی، یہ میرے اللہ کا فضل ہے، اللہ کا کرم ہے ورنہ میں اس لائق کہاں تھی کہ مجھے اتنی بڑی خوشی ملتی، آپ سب کا بہت بہت شکریہ، میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں آپ سب کا شکریہ ادا کر سکوں۔“ مسز برکت نے پرنم لہجے میں کہا تو زین اداس سا ہو کر وہاں سے باہر چلا گیا۔

”شکر صرف اللہ تعالیٰ کا ادا کیجئے بہن جی، کیونکہ رشتے وہی بناتا ہے انسان تو بس اس کے لکھے پر عمل کرتا ہے، انشاء اللہ آپ کی بیٹی ہماری بیٹی بن کر رہے گی اور بہت خوش رہے گی ہمارے زین کے ساتھ۔“ مجتبیٰ احمد نے سنجیدہ مگر دھیمے لہجے میں کہا تو وہ سر ہلا کر مسکرانے لگیں۔

☆☆☆

”چاند کو چاندرات مبارک ہو۔“ حورم کچن میں کھڑی تھی سوچوں میں گم کے زین اسے تلاش کرتا ہوا ادھر آ گیا، وہ اچانک سے اسے وہاں اپنے سامنے دیکھ کر شپٹا گئی۔

”آ...... آپ۔“ حورم نے وجیہہ و شکیل

زین کے دلکش چہرے کو دیکھا جہاں خوشی اور مسکراہٹ سجی تھی۔

”گھبرائیے نہیں، اب آپ میری منگیتر ہیں اور میں آپ سے بات کر سکتا ہوں۔“ زین نے نظریں اس کے دلکش چہرے پر مرکوز کر کے کہا، وہ شرم و حیا سے نظریں جھکائے بولی۔

”جی۔“

”آپ خوش تو ہیں ناں اس منگنی سے؟“

”آپ خوش ہیں؟“ حورم نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

”بہت زیادہ خوش ہوں۔“

”میں بھی۔“ حورم نے شرمیلے پن سے کہتے ہوئے پلکیں جھکا لیں، زین کا دل اس کی نظروں کے جھکنے اٹھنے میں اٹک کر رہ گیا۔

”سچ۔“ وہ خوش ہو کر بولا تو حورم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”تھینکس حورم، مجھے آپ کی خوب سیرتی اور خودداری پہ آپ کی ذات پر پورا یقین ہے، کہ آپ میرے لئے بہترین شریک حیات ثابت ہوں گی کیونکہ ہمارا رشتہ تو آسمانوں پہ لکھا تھا اور میں بھی آپ کو ہمیشہ خوش رکھوں گا۔“

”انشاء اللہ۔“ حورم نے مسکراتے ہوئے کہا تو اتنے میں فہد زین کو ڈھونڈتا ہوا ادھر آ نکلا۔

”یہ کیا چکر چل رہا ہے؟“ فہد نے زین کو اور حورم کو دیکھا اور سوال زین سے کیا تو وہ کھسیانا سا ہو کر تیزی سے بولا۔

”چکر چلانے کا موقع اور وقت ہی کہاں دیا ہے تو نے، تو نے تو چٹ منگنی، پٹ بیاہ کا اعلان کر دیا۔“

”ہاں تو اچھا ہے نا، اِدھر اُدھر کسی غلط چکر میں پڑنے سے بہتر ہے کہ اپنا گھر بسا اور بیوی کے ساتھ دنیا کا چکر لگا۔“ فہد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”جی بہتر حضور، اب کیا دو منٹ کے لئے میں آپ کی ہمشیرہ عزیز سے بات کر سکتا ہوں؟“ زین نے اسے گھورتے ہوئے دانت پیس کر کہا۔

”ہوں چلو کر لو بات، تم بھی کیا یاد کرو گے؟“

”بڑی مہربانی۔“ زین نے فہد کے کہنے پر ہاتھ جوڑ کر کہا فہد ہنستا ہوا چلا گیا تو وہ حورم کی طرف مڑا، حورم سنک میں چائے کے برتن کنگھال رہی تھی۔

”منگنی کی رسم تو ممی جی نے ادا کر دی، میرا چانس مس ہو گیا لیکن چاندرات کا تحفہ میں آپ کو اپنے ہاتھوں سے پہناؤں گا، ذرا اپنا ہاتھ دیجئے ادھر۔“

”جی۔“ حورم بوکھلا گئی۔

”ڈونٹ وری، ہاتھ لے کر بھاگوں گا نہیں۔“ زین نے مسکراتے ہوئے کہا تو اسے ہنسی آ گئی، کیا دلنشین ہنسی تھی حورم کی زین کے دل میں جلترنگ بجنے لگے۔

”اب آپ ایسے ہنسیں گی تو بڑی عید تک کا انتظار نہیں ہو گا ہم سے۔“ زین نے شوخ لہجے میں کہا تو وہ شرما گئی اور رخ پھیر کر آنچل سے چہرہ اوٹ میں کر لیا۔

”اف آپ تو ایک کے بعد ایک ہتھیار استعمال کر رہی ہیں بہتری اسی میں ہے کہ میں بچ بچا کر چلا جاؤں ورنہ......“ زین تیزی سے بولتا ہوا اپنی قمیض کی جیب میں سے کچھ نکالنے لگا، حورم نے کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”ورنہ کیا؟“ حورم نے اس کے خاموش ہونے اور اپنی جیب میں کچھ ٹٹولنے پر سوال کیا۔

”ورنہ یہ چانس بھی مس ہو جائے گا، اب اللہ کرے کے چوڑیاں ٹوٹی نہ ہوں۔“ زین نے

جیب میں سے کاغذ میں لپٹی چوڑیاں نکالیں کاغذ الگ کر کے دیکھا سبز اور سفید رنگ کی کانچ کی چوڑیاں جھلملا رہی تھیں۔

''شکر ہے نہیں ٹوٹیں میں تو سارا وقت یہی سوچ کے ڈرتا رہا کے اِدھر اُدھر اٹھنے بیٹھنے سے کہیں میری چوڑیاں نہ چٹخ جائیں لیکن ایسا نہیں ہوا اب ذرا لائیے اپنا ہاتھ۔'' زین نے تیزی سے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے کیا تو حورم نے جھجکتے شرماتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے کر دیا، زین نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ کر چوڑیاں دھیرے دھیرے کر کے اس کی کلائی کی زینت بنادیں۔

''چاندرات مبارک ہو۔''

''آپ کو بھی مبارک ہو۔'' حورم نے شرمگیں انداز میں مسکراتے ہوئے مدھم آواز میں کہا تو وہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''خیر مبارک منگنی اور چاند رات کا تحفہ تو آپ اب آپ کو مل گیا یہ رہا آپ کا عید کا تحفہ بلکہ آپ کی عیدی کل موقع ملے نہ ملے سوچا ابھی دیدوں، کم تو نہیں ہے نا۔'' زین نے ہزار ہزار کے دو نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا تو وہ ہنسنے لگی۔

''نہیں تھینک یو۔''

''او بھائی آجا اب کیا چاند رات یہیں گزارنے کا ارادہ ہے۔'' فہد کی آواز پر وہ بوکھلا کر پلٹا تھا۔

''آرہا ہوں سالے صاحب؟'' زین نے بلند آواز میں کہا اور حورم کے چہرے پر الوداعی نگاہ ڈالی اور ہاتھ کے اشارے سے اسے خدا حافظ کہتا ہوا مسکراتا ہوا فہد کی جانب بڑھ گیا جہاں صحن میں سب کی باتوں اور ہنسی کی آوازیں خوشیوں بھری عید کا پتا دے رہی تھیں، جس گھر میں چار دن قبل ہو کا عالم تھا، موت کی سی ویرانی تھی، بے بسی مایوسی اور مفلسی کا راج تھا آج وہاں زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی، خوشی اور ہنسی کے انار پھوٹ رہے تھے، اچھے دنوں کی آس سر اٹھائے مسکرا رہی تھی۔

رب کی رحمت ہر طرف چھا رہی تھی، محبت ملن کا انوکھا گیت گا رہی تھی اور یہ سب رب کا فضل ہی تو تھا ورنہ کہاں وہ بیوہ ماں اور یتیم لڑکی اپنی مفلسی اور لاچاری کے عالم میں ان خوشیوں کی امید کر سکتی تھیں۔

حورم کو دل سے اپنے رب کی رحمت اور فضل و کرم پر یقین اور پیار آرہا تھا، خوشی سے اس کے لب مسکرا رہے تھے تو آنکھیں اظہار تشکر کرتے ہوئے آنسو بہا رہی تھیں، یہی حال مسز برکت کا بھی تھا، ان کا دل بھی شکر کے سجدے کر رہا تھا۔

''ھذہ من فضل ربی۔''

''یہ میرے رب کا فضل ہے، ورنہ ہم گناہ گار اس قابل کہاں تھے؟'' مسز برکت بھیگتی آواز میں بولیں تو حورم نے مسکراتے ہوئے دور آسمان پر جھانکتے عید کے چاند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ اللہ تعالیٰ، آپ بہت عظیم ہیں۔''

اور عید کا چاند مسکراتے ہوئے اس عید کی نوید کے ساتھ ساتھ آنے والی عید پر ملنے والی خوشیوں کی چابی بھی اس کے ہاتھ میں تھما گیا تھا وہ مسکراتے ہوئے خوشی اور تشکر کے احساس کے ساتھ اپنے بائیں ہاتھ کی انگلی میں جگمگاتی ہوئی انگوٹھی کو دیکھنے لگی جس میں اسے اپنی خوشیوں کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔

اور یہ میرے رب کا فضل ہی تو تھا۔

☆☆☆